بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ قولہ تعالیٰ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ[1]۔ الایمان باللہ بتصدیق جمیع ضروریات الدین فان من کذب شیئاً منہا فقد کذب ربہ فکفر بہ فکیف یؤمن بہ وفصل تصدیق الیوم الآخر لکونہ مہتما بالشان کما فصلہ ثالثا فی قولہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ مع دخولہ فی الاولین۔

تشریح

ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

" بیشک ایمان والے اور یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور

---

[1] معالم التنزیل، زیر آیت (۲ : ۶۲)

نیک کام کریں ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم" ؎۱

آیتِ مذکورہ بالا میں دو باتوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے جبکہ ایمان کے پانچ ارکان ہیں۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کی قبولیت وصحت، تمام ضروریاتِ دین؎۲ کی تصدیق کے ساتھ مشروط ہے کیونکہ ان میں سے کسی ایک کی تکذیب اللہ تعالےٰ کی تکذیب ہے جو باری تعالےٰ کے انکار کے مترادف ہے لہٰذا ایسے شخص کا ایمان کس طرح صحیح ہوگا؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کی تصدیق تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق کی متقاضی ہے تو پھر صرف قیامت پر ایمان کو خصوصیت کے ساتھ کیوں بیان فرمایا گیا؟

امام احمد رضا خاں بریلوی اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ چونکہ ایمان بالآخرۃ خاص اہمیت؎۳ کا حامل ہے اس لئے اسے علیحدہ بیان فرمایا

؎۱ احمد رضا خاں بریلوی، امام : ترجمۂ قرآن پاک "کنز الایمان"

؎۲ ضروریاتِ دین سے مراد وہ احکام وارشاد ہیں جن کا دین محمدی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) سے ہونا خبر متواتر سے ثابت ہو اور جو عوام وخواص میں شہرت عامہ رکھتے ہوں جیسے وجودِ صانع، نماز پنجگانہ، حرمتِ شراب وغیرہ۔ (مشتاق احمد نظامی، علامہ : عقائدِ اہلسنت، ص ۳۷)

؎۳ ایمان اور اعمالِ صالحہ کا دار ومدار ایمان بالآخرۃ پر زیادہ ہے کیونکہ جب تک قیامِ قیامت اور حساب وکتاب نیز جزا وسزا کے قانونِ خداوندی کو تسلیم نہ کیا جائے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی فضیلت واہمیت اور کفر واعمالِ بد کی برائیاں تو درستی ہیں؛ اس لئے قرآن پاک میں آخرت پر ایمان کو خاص مقام دیا گیا ۱۲ (مترجم)

جیسے آیتِ کریمہ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ [۱] میں آخرت پر ایمان کو علیحدہ کرتے ہوئے تیسرے نمبر پر بیان فرمایا حالانکہ پہلی دو باتوں میں ضمناً داخل تھا۔

۲۔ **قولہ** ابن جریج والسدی [۲] وابن عباس فی روایۃ اخریٰ عند ابن کثیر [۳]

تشریح

حضرتِ ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے «عین الیقین» کے حصول کی خاطر، اللہ تعالیٰ سے مردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت معلوم کرنا چاہی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار پرندے حاصل کرنے اور پھر ان کو اپنے ساتھ مانوس کرنے کے بعد ذبح کر کے پہاڑوں پر رکھنے کا حکم دیا تاکہ بلانے پر وہ زندہ ہو کر آپ کی خدمت میں دوڑتے ہوئے حاضر ہوں چنانچہ آپ نے اسی طرح کیا۔ قرآنِ پاک میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

امام بغوی نے اس سلسلے میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں کہ پرندوں کے مخلوط گوشت کے اجزاء اور پہاڑوں کی تعداد کتنی تھی؟ حضرتِ

---

[۱] آیت (۲:۴)

[۲] معالم التنزیل زیرِ آیت (۲ : ۲۶۰)

[۳] ابن جریر (مخطوطہ) نوٹ: تلاشِ بسیار کے باوجود تفسیرِ ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نہ مل سکا جبکہ ابن کثیر نے یہ قول نقل کیا معلوم ہوتا ہے کہ ناقل سے نقل میں خطا ہو گئی اور ابنِ کثیر کے بجائے ابن جریر لکھ دیا ۱۲ (مترجم)

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی-۲

ابنِ عباس اور حضرتِ قتادہ رضی اللہ عنہما کے نزدیک چار پہاڑوں پر چار اجزاء رکھے گئے جبکہ ابنِ جریج اور سدی کے نزدیک سات حصے سات پہاڑوں پر رکھے گئے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ ابنِ کثیر کے نزدیک حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایک روایت سات کے بارے میں ہے[۱]

۳- **قولہ** وقال الکلبی کل الفحشاء فی القرآن فھو الزنی الا ھذا[۲] ما اسمج و اشنع واصنع تعبیرہ لم لا یقول اینما ذکر لفظ الفحشاء فی القرآن المجید فالمراد بہ الزنی الا ھذا۔

تشریح

آیتِ کریمہ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ (شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا اور بخل کا حکم دیتا ہے) کی تفسیر میں علامہ بغوی نے کلبی کا قول نقل کیا ہے کہ قرآن پاک میں ہر "فحشاء" زنا کے معنیٰ میں ہے، صرف یہاں اس معنیٰ میں نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی اس تعبیر کو نہایت قبیح قرار دیتے ہوتے فرماتے ہیں کہ ان الفاظ کی بجائے یہ کہنا چاہیے تھا کہ قرآنِ پاک میں جہاں کہیں بھی لفظِ "فحشاء" آیا ہے، زنا کے معنیٰ میں ہے، صرف یہاں اس معنیٰ میں نہیں ہے (یعنی صرف فحشاء کی بجائے لفظِ فحشاء کہنا چاہیے تھا)

---

[۱] تفسیر ابنِ کثیر، ج ۱، ص ۳۱۵

[۲] معالم التنزیل زیر آیت (۲ : ۲۶۸)

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی ۲

۴۔ قولہ وقال سعید بن جبیر سبع لیال[1] صواب۔ ایضاً تسع کما فی ابن کثیر[2] والدر المنثور۔

تشریح

آیت کریمہ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ کے بارے میں امام بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی آیات میں سے آخری آیت ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے دن (ظاہری حیات کے ساتھ) زندہ رہے؟ اس سلسلے میں علامہ بغوی نے چند اقوال نقل فرمائے۔ ابن جریج کے نزدیک نو اور سعید بن جبیر کے نزدیک سات راتوں کے بعد آپ کا وصال ہوا۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ ابن کثیر اور درمنثور کے مطابق حضرت سعید بن جبیر سے صحیح قول نو راتوں کے بارے میں منقول ہے[3]

۵۔ قولہ قال ابو ثعلبۃ[4] بل ھو بنحوہ عنہ مرفوعاً عند الدارقطنی۔

---

[1] معالم التنزیل زیر آیت (۲ : ۲۸۱)

[2] ابن جریر (مخطوطہ)

[3] ابن کثیر، ج ۱، ص ۳۳۳ [4] معالم التنزیل زیر آیت (۵ : ۱۰۱)

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی ۲

تشریح

شریعتِ اسلامیہ میں بعض باتوں کی ادائیگی ضروری قرار دی گئی، بعض سے اجتناب کا حکم دیا گیا اور کچھ امور کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی اور ان کے بارے میں سوال سے منع کیا گیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ؀

”اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اُتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ انہیں معاف کر چکا اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔“

اس آیتِ کریمہ کے شانِ نزول کے سلسلے میں علامہ بغوی نے چند اقوال نقل فرمائے اور پھر عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا کے تحت حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت نقل کی ”بیشک اللہ تعالیٰ نے بعض چیزیں فرض کیں پس انہیں ضائع نہ کرو، کچھ کاموں سے روکا لہٰذا ان کے قریب نہ جاؤ، کچھ حدود مقرر کیں ان سے تجاوز نہ کرو اور بعض باتوں کو معاف کیا (اور معاذ اللہ) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھول نہیں پس اس میں بحث نہ کرو۔“

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ اسی طرح کی روایت دار قطنی

بجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی ۲

نے بھی حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً[1] روایت کی ہے[2]

۶۔ قولہ یرکلونهم[3] بارجلهم[4] اقول سبحٰن اللّٰہ ایتعقل مثل ھٰذا من بعض المجهولات و انما حقه ان یطوٰی ولا یروٰی[5]

تشریح

جب حضرتِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرنے کے بعد عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو تُو مجھے دیکھ لے گا، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو پہاڑ پاش پاش ہوگیا اور حضرتِ موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے (قرآن کریم)

اس واقعہ کے ضمن میں امام البغوی نے کسی نامعلوم کتاب کے حوالے سے ایک روایت نقل کی جو کسی طور پر بھی انبیاءِ کرام علیہم السلام کے شایانِ شان نہیں، وہ روایت یہ ہے کہ (معاذ اللہ) فرشتوں نے آپ کو لاتیں مارنا

---

١ جو روایت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اسے مرفوع کہتے ہیں۔

٢ علی بن عمر الدارقطنی: سنن الدارقطنی، کتاب الرضاع ج ۴، ص ۱۸۴

٣ مایرکلونه (مخطوطہ)

٤ معالم التنزیل زیر آیت (۷: ۱۴۳)

٥ ان یطوع لامن یروی (مخطوطہ)

شروع کردیں اور کہا اے پاکدامن عورت کے بیٹے! کیا تو رب العزت کو دیکھنے کی لالچ کرتا ہے؟

امام احمد رضا بریلوی یہ روایت نقل کرنے پر تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کیا اس قسم کی نامناسب روایات، نامعلوم کتب سے نقل کرنا معقول بات ہے؟ اس قسم کی روایات کو نقل کرنے کی بجائے انہیں نظر انداز کر دینا چاہیئے[1]

---

۸ ۷۔ **قولہ** ھو رفع عطفا علی اسم اللہ[2] قلت لکن علیہ اقتصر الجلال وھو انما یقتصر علی اصح الاقوال[3]

تشریح

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تینتیس مرد اور چھ عورتیں اسلام قبول کر چکے تھے، ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والی جماعت چالیس افراد پر مشتمل ہو گئی تو آیتِ کریمہ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ نازل ہوئی۔

لفظِ "مَنْ" کے محلِ اعراب میں علامہ بغوی نے اختلاف کیا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ محلِ جر میں ہے، اب عبارت یوں ہوگی حسبک اللہ وحسب من اتبعک الخ یعنی اے نبی (صلی اللہ علیک وسلم)

---

[1] یہاں روایتِ مذکورہ کو محض ضرورت کے تحت اور تردید کے لئے نقل کیا گیا۔ (مرتب)

[2] معالم التنزیل، زیرِ آیت (۸ : ۶۴)

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی ۔ ۲

آپ کو اور آپ کے متبعین مومنوں کو اللہ کافی ہے، بعض کے نزدیک یہ محلِ رفع میں ہے اور اسمِ جلالت (اللہ) پر اس کا عطف ہے۔ اب اسکا مطلب یہ ہوگا حسبک اللہ ومتبعوک من المؤمنین "آپ کو اللہ تعالیٰ اور آپ کے متبعین مومن کافی ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں، محلِ رفع میں ہونا زیادہ صحیح قول ہے کیونکہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے صرف اسی کو بیان فرمایا[1] اور آپ اصح قول ہی بیان فرماتے ہیں۔

۸۔ **قولہ** قبولہا بہم رءوف رحیم[2] وھو ایضا محض الفضل ولا یجب علیہ شیئ۔

تشریح

لقد تاب اللہ علی النبی .... ثم تاب علیہم انہ بہم رءوف رحیم الآیۃ

آیتِ مذکورہ بالا کے تحت علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ اگر سوال کیا جائے کہ جب آیت کے شروع میں توبہ کا ذکر ہے تو دوبارہ توبہ کا بیان کیوں لایا گیا؟ جواب میں کہا جائیگا کہ وہ گناہ کے ذکر سے پہلے کی بات ہے اور وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اب جب گناہ کا ذکر کیا تو دوبارہ توبہ کا بیان ہوا اور اس سے مراد قبولیت ہے، علامہ بغوی نے حضرت ابن عباس

---

[1] تفسیر جلالین زیرِ آیت (۸ : ۶۴)، ص ۱۵۳

[2] معالم التنزیل، زیرِ آیت (۹ : ۱۱۷)

بجانب
جمیعت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی ۔ ۲

رضی اللہ عنہما کا قول بھی نقل کیا کہ اللہ تعالے جس کی توبہ قبول فرمائے اسے کبھی بھی عذاب نہیں دیگا۔

امام احمد بریلوی فرماتے ہیں کہ یہ قبولیت بھی محض اللہ تعالے کے فضل و کرم پر موقوف ہے اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں۔

۹۔ قولہ اراد بالاکثر جمیعہم[1] اقول لا شك ان منہم من لا یتبع ظنا ولا وھما ولا ادنٰی شبھۃ انما یتبع ھوٰی نفس عنادا واستکبارا مع استیقان بالحق۔

تشریح

مشرکین کے ذکر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما یتبع اکثرہم الا ظنا الآیۃ (ان میں سے اکثر گمان کی پیروی کرتے ہیں)

علامہ بغوی فرماتے ہیں اکثر سے مراد تمام مشرکین ہیں یعنی وہ سب کے سب دولتِ یقین سے عاری ہیں اور ان کے عقائد محض ظن و تخمین پر مبنی ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ بلا شبہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ظن و وہم اور ادنٰی شبہ کے پیچھے کبھی نہیں چلتے بلکہ وہ حق کو یقیناً پہچانتے ہیں اور محض تکبر و عناد کی بنا پر اپنے نفس کے پیروکار بنے ہوئے ہیں (لہٰذا اکثر سے کل مراد لینا صحیح نہ ہوا۔)

---

[1] معالم التنزیل، زیر آیت (۱۰ : ۳۶)

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی ۔ ۲

۱۰۔ قولہ اخذ عنهم الدين و العلم[۱] اقول عليك بشفاء الامام القاضی عياض رحمہ الله تعالیٰ لان فيہ الشفاء۔

تشریح

سیدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کے ضمن میں ارشادِ خداوندی ہے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ الآیۃ (اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی اسکا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا) [۳]

هَمَّ بِهَا سے کیا مراد ہے؟ کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی ارادۂ گناہ فرمایا؟ اس بارے میں علامہ بغوی نے بحث فرماتے ہوئے قِيْلَ کے ساتھ ایک قول نقل فرمایا، حضرت زلیخا نے ارادہ کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس سے ہم بستر ہوں اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے لئے حضرت زلیخا کے زوجہ ہونے کی تمنا کی۔

علامہ بغوی یہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ قول اور اس قسم کے دوسرے اقوال ناپسندیدہ ہیں کیونکہ یہ ان علماءِ سلف کے اقوال کے مخالف ہیں جو دین اور علم کے مراکز اور منابع تھے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کے بارے میں حضرت علامہ

---

[۱] معالم التنزیل زیرِ آیت (۱۲ : ۲۴)

[۲] یوجد عنهم الدین والعمل (مخطوطہ)

[۳] احمد رضا بریلوی، مولانا : کنز الایمان

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی - ۲

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ کی تصنیفِ لطیف شفار شریف میں کافی وشافی بیان ہے لہٰذا اس کا مطالعہ از بس لازمی ہے۔

(ف) علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں[1]:

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ولقد ھمّت بہ وھم بھا لولا ان رأی برھان ربہ کے بارے میں کئی فقہار ومحدثین

---

[1] اصل عبارت یہ ہے: واما قول اللہ تعالیٰ فیہ ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رای برھان ربہ فعلی مذھب کثیر من الفقہاء والمحدثین ان ھم النفس لا یؤاخذ بہ ولیست سیئۃ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ربہ اذا ھم عبدی لسیئۃ فلم یعملھا کتبت بہ حسنۃ فلا معصیۃ فی ھمہ اذا واما علی مذھب المحققین من الفقہاء والمتکلمین فان الھم اذا وطنت علیہ النفس سیئۃ واما اذا لم توطن علیہ النفس من ھمومھا وخواطرھا فھو المعفو عنہ وھذا ھو الحق فیکون ان شاء اللہ تعالیٰ ھم یوسف من ھذا ویکون قولہ وما ابرئ نفسی الآیۃ ای ما ابرئھا من ھذا الھم او یکون ذلک منہ علی طریق التواضع والاعتراف بمخالفۃ النفس لما زکی قبل وبرئ وکیف وقد حکی ابو حاتم عن ابی عبیدۃ ان یوسف لم یھم وان الکلام فیہ تقدیم وتاخیر ای ولقد ھمت بہ ولولا ان رای برھان ربہ لھم بھا وقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ عن المرأۃ ولقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم وقال تعالیٰ کذلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء وقال تعالیٰ وغلقت الابواب وقالت ھیت لک قال معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای الآیۃ قیل فی ربی اللہ وقیل الملک

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی۔

کا مذہب یہ ہے کہ ارادۂ نفس پر مواخذہ نہیں اور نہ یہ گناہ ہے کیونکہ
حدیثِ قدسی میں ہے کہ جب بندہ گناہ کا ارادہ کرے لیکن اس کو عملی جامہ
نہ پہنائے تو اس کے لئے نیکی لکھی جاتی ہے لہٰذا ارادہ کرنے میں گناہ نہیں، لیکن
محققین فقہاء اور متکلمین کے مسلک کے مطابق ارادہ کے ساتھ جب نفس
کی آمادگی ہو تو گناہ ہے لیکن آمادگی اور تعلقِ خاطر کے بغیر معاف ہے، یہی
حق ہے اور یوسف علیہ السلام کا ارادہ بھی اسی نوعیت کا تھا اور آپ کا
قول و ما ابرئ نفسی یا تو ارادہ سے عدمِ برأت ہے یا تواضع
اور یا نفس نے سابقہ پاکیزگی اور برأت کی جو مخالفت کی اس کا اعتراف ہے۔
یوسف علیہ السلام کے بارے میں گناہ کا تصور کس طرح کیا جا سکتا
ہے جبکہ ابو حاتم نے ابو عبیدہ سے روایت کی کہ یوسف علیہ السلام نے
ارادہ نہیں فرمایا اور کلام (آیت) میں تقدیم و تاخیر ہے جس کا مطلب یہ ہے
کہ اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھتے تو ارادہ فرماتے، نیز قرآن پاک کی آیات
میں حضرتِ زلیخا کا قول (مذکور) ہے کہ میں نے ان کا دل لبھانا چاہا لیکن
انہوں نے اپنے آپ کو بچالیا، نیز فرمایا اسی طرح ہو تاکہ ہم ان سے برائی اور
بے حیائی کو پھیر دیں اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا حضرتِ زلیخا نے دروازے
بند کر دئے اور کہا آؤ، تمہیں سے کہتی ہوں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی
پناہ، بے شک میرے رب نے مجھے اچھا ٹھکانا دیا۔ کہا گیا ہے کہ رب

وقیل هم بها ای بزجرها و وعظها وقیل هم بها ای غمها امتناعه
عنها وقیل هم بها نظر الیها وقیل هم بضربها و دفعها وقیل هذا
کله کان قبل النبوة۔

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی۔۲

سے مراد یا اللہ تعالےٰ ہے یا بادشاہ (پرورش کنندہ ہونے کی وجہ سے)
بعض نے کہا ھمّ بہا کا مطلب ہے اس کو جھڑکا اور نصیحت فرمائی ایک
قول کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو
اس سے روک کر اس کو مغموم کر دیا، ایک قول یہ ہے کہ اسکی طرف نظر کی،
علاوہ اس کے اس کو مارنا اور دور کرنا بھی مراد لیا گیا ہے، بایں ہمہ یہ سب کچھ
نبوت (کے حصول) سے پہلے ہے۔

۱۱۔ **قولہ** من الصغائر والصغائر تجوز علی الانبیاء علیہم السلام[1]
اذ لم یکن الا لمما۔

تشریح

علامہ بغوی نے بعض لوگوں کا قول نقل کیا کہ جو کچھ حضرت یوسف
علیہ السلام سے سرزد ہو گیا، گناہ صغیرہ ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام سے
صغائر کا صدور جائز ہے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں یہ بات (یعنی گناہ صغیرہ کی انبیاء
کرام کی طرف نسبت) اسی وقت صحیح ہے جب کہ محض صغیرہ کا قرب مراد ہو
ارتکاب نہیں[2]

(ف) انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ صغیرہ کے سرزد ہونے کے بارے میں
جو لوگ جواز کے قائل ہیں ان کی تردید میں قاضی عیاض فصل فی الرد

---

[1] معالم التنزیل، زیر آیت (۱۲ : ۲۴)

[2] اللمم مقاربۃ الذنب من غیر ان یقع فیہ ۱۲ المنجد، ص ۷۳۲

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی

علیٰ من اجاز علیہم الصغائر کے تحت لکھتے ہیں[1] :-

" جن فقہاء و محدثین نے انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہِ صغیرہ جائز قرار دیا ہے اور جن متکلمین نے ان کی آواز پر لبیک کہی انہوں نے قرآنِ پاک کی کئی آیات اور بہت سی احادیث کے ظاہر کو دلیل بنایا، لیکن ظاہر کو دلیل بنانے سے کبائر کا جواز اور اجماع کا خلاف لازم آتا ہے اور اس (کبائر) کا کوئی مسلمان بھی قائل نہیں، مزید برآں صغائر کے جواز کا قول کس طرح کیا جا سکتا ہے کیونکہ جن آیات کو دلیل بنایا گیا ہے ان کے معانی میں مفسرین کا اختلاف ہے اور اس کے مقتضیٰ میں کئی احتمالات باہم مقابل ہیں نیز اسلاف کے اقوال بھی ان دلائل کے خلاف ہیں، پس ان (مجوزین) کا مذہب اجماع بھی نہیں اور ان آیاتِ مستدلہ کے معانی میں زمانۂ قدیم سے اختلاف بھی چلا آرہا ہے، نیز ان کی بات کے غلط ہونے اور اس کے غیر کی

---

[1] اصل عبارت یہ ہے اعلم ان المجوزین للصغائر علی الانبیاء من الفقہاء والمحدثین ومن شایعہم علی ذٰلک من المتکلمین احتجوا علی ذٰلک بظواہر کثیرۃ من القرآن والحدیث ان التزموا ظواہرھا افضت بہم الی تجویز الکبائر وخرق الاجماع وما لایقول بہ مسلم فکیف وکل ما احتجوا بہ مما اختلف المفسرون فی معناہ وتقابلت الاحتمالات فی مقتضاہ وجاءت اقاویل فیہا للسلف بخلاف ما التزموہ من ذٰلک فاذا لم یکن مذہبہم اجماعا وکان الخلاف فیما احتجوا بہ قدیما وقامت الدلالۃ علی خطأ قولہم وصحۃ غیرہ وجب ترکہ والمصیر الی ما صح الخ-

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی - ۲

صحت پر دلیل قائم ہے تو اس کا ترک اور صحیح قول کی طرف رجوع واجب ہے۔

۱۲۔ قولہ قال لہ جبریل علیہ السلام [1] ای ولو عند ما علی قول والصواب ان شاء اللہ تعالیٰ خلافہ و علیک بالشفاء۔

تشریح

آیت کریمہ ولقد همت به وهم بها کے تحت امام بغوی نے صیغہ مجہول (ہُمَّ دِیَ) کے ساتھ ایک روایت نقل فرمائی کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے سے باہر تشریف لاکر بادشاہ کے پاس پہنچے اور حضرت زلیخا نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ بات (یعنی قید خانہ سے باہر آنے کے لئے یہ استفسار کیا کہ اب ان عورتوں کا کیا خیال ہے؟) اس لئے کہی تاکہ بادشاہ کو پتہ چل جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں ارتکاب خیانت نہیں کیا۔ اس بات پر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا اے یوسف علیہ السلام! کیا اس وقت بھی نہیں جب آپ نے قصد فرمایا؟ آپ نے فرمایا میں اپنے نفس کو بے عیب نہیں بتاتا۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ یہ اس قول کے مطابق ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت زلیخا کا قصد فرمایا حالانکہ صحیح بات اس کے خلاف ہے (یعنی آپ نے قصد نہیں فرمایا تھا) اور شفاء شریف

---

[1] معالم التنزیل زیر آیت (۱۲ : ۲۴)

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی۔ ۲

میں اس مسئلہ کی تحقیق ملاحظہ کی جائے [۱]

۱۲۔ قولہ ذنوب الانبیاء علیہم السلام فی القرآن [۲] ای صورۃ وامامعنی فہم المبطینون المبرؤن صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم۔

تشریح

امام البغوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی کا قول نقل کیا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالٰی نے انبیاء علیہم السلام کے گناہوں کا ذکر عار دلانے کے لئے نہیں بلکہ اپنے انعامات کے اظہار کے لئے فرمایا نیز یہ بتانے کے لئے کہ کوئی شخص اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ ذنوبِ انبیاء علیہم السلام سے مراد صورتِ گناہ ہے ورنہ حقیقۃً گناہ سے انبیاءِ کرام علیہم السلام نہایت دور اور منزہ و مبرا ہیں [۳]

---

[۱] اس ضمن میں شفاء شریف کی بحث زیرِ نظر کتابچہ کے ص ۔ پر گذر چکی ہے لہذا اسے وہاں پر دیکھا جائے۔ (مرتب)

[۲] معالم التنزیل زیرِ آیت (۱۲ : ۲۴)

[۳] "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے تحت انبیاءِ کرام علیہم السلام سے معمولی سی لغزش کو گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ورنہ ان سے گناہ کا تصور بھی ممکن نہیں (مرتب)

منجانب
جمیعت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی ۲-

۱۴۔ قولہ ابو طاھر محمد بن محمش الزیادی ۔۔۔
اقول وھو ان شاء اللہ تعالیٰ من احسن الاقاویل۔

تشریح

ولقد ھمت وھم بھا الآیۃ کے تحت علامہ بغوی نے بعض محققین کا قول نقل فرمایا کہ ارادہ کی دو قسمیں ہیں:۔

(۱) ارادۂ ثابتہ یعنی جس میں عزم، رضا وغیرہ پائے جائیں اور اس پر مواخذہ ہے

(۲) اختیار و عزم کے بغیر محض نفس کی خواہش اور اس پر مواخذہ نہیں جب تک کہ عمل نہ ہو یا زبان پر نہ آئے۔

اسی ضمن میں علامہ بغوی نے ایک روایت نقل فرمائی جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا بندہ نیکی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اگر عمل نہ کرے ایک نیکی کا ثواب لکھتا ہوں اور اگر اسے عملی جامہ پہنائے تو دس نیکیوں کا ثواب، اور اگر برائی کا ارادہ کرے تو جب تک عمل نہ کرے معاف ہے، عمل کی صورت میں اسی کی مثل گناہ لکھا جاتا ہے (یعنی ایک گناہ)

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں وھم بھا لولا ان رای برھان ربہ الآیۃ میں ارادۂ یوسف علیہ السلام کے بارے میں منقول جملہ اقوال میں سے یہ قول نہایت عمدہ ہے۔

۱۵۔ قولہ وعلیہ الاکثرون انسی الشیطن یوسف ۔۔۔ و ماذا

سلہ معالم التنزیل زیر آیت (۱۲ : ۲۴)

سلہ وخ (مخطوطہ)

سلہ معالم التنزیل زیر آیت (۱۲ : ۴۲)

يفعل بقوله تعالى ان عبادى ليس لك عليهم سلطان فاذا كان له هذا السلطان على الانبياء حتى ينسيهم ذكر ربهم ومولٰهم فمن هٰؤلاء العباد المخلصون اعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم الاعتراف بتسلط الشيطان على يوسف اهون من الاقرار بتسلطه فى هٰذا التاويل على هٰؤلاء الاكثرين ولاحول ولاقوة الا بالله العلى العظيم۔

تشریح

فانسٰه الشیطٰن ذکر ربہ الاٰیۃ کی تفسیر میں امام بغوی نے فانسٰہ کی ضمیر منصوب متصل غائب کے مرجع کے بارے میں دو قول نقل کئے ایک صیغۂ مجہول "قیل" کے ساتھ کہ اس سے مراد ساقی ہے جس کو شیطان نے بادشاہ کے سامنے یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنے سے باز رکھا اور ایک قول حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی طرف منسوب ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان نے حضرتِ یوسف علیہ السلام سے ان کے رب کا ذکر بھلا دیا حتیٰ کہ آپ اس کے غیر سے خوشی کے طالب ہوئے اور یہی اکثر کا قول ہے۔

امام احمد رضا بریلوی اس قول کو ارشادِ خداوندی کے متصادم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صلحاء کے بارے میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد موجود ہے کہ "اے شیطان! میرے (خاص) بندوں پر تو مسلط نہیں ہو سکتا" تو اگر انبیاءِ کرام علیہم السلام پر شیطان کا تسلط تسلیم کیا جائے کہ انہیں اس نے اپنے رب اور مالک کے ذکر سے غافل کر دیا تو پھر عام نیکو کار لوگ کس گنتی

میں شمار ہوں گے، اس تاویل کے مطابق ان اکثر جن کا قول ذکر کیا گیا ہے، پر شیطان کے تسلط سے حضرتِ یوسف علیہ السلام پر اس کا تسلط زیادہ آسان ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم [1]

۱۶- قولہ وکان ھفوۃ منہ [2] کذب ذٰلک القائل فی[3] عزوہ الیہ ولا یحل نقلہ الا للرد علیہ سبحٰن اللہ ما ھٰذہ الجرأۃ علی الانبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم۔

تشریح

جب حضرتِ یوسف علیہ السلام نے اپنے سگے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھنا چاہا تو اس کے لئے ایک حیلہ کیا گیا کہ غلہ ناپنے والا پیمانہ ان کے غلہ میں رکھ دیا گیا، پھر آواز دی گئی اے قافلہ والو! ٹھہر جاؤ، تم نے چوری کی ہے، قرآنِ پاک میں انکم لسارقون کے الفاظ آتے ہیں۔ چونکہ یہ قول صحیح نہیں تھا کیونکہ انہوں نے چوری نہیں کی تھی اس لئے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان الفاظ کا قائل کون تھا؟

علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک یہ بات حضرتِ یوسف

---

[1] امام احمد رضا بریلوی کے کلام کے آخری حصے کا مطلب ہے کہ حضرتِ یوسف علیہ السلام پر شیطان کے تسلط کے قائل دراصل خود شیطان کے دھوکے میں آ گئے اور ان کے بارے میں شیطان کے تسلط کا قول زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں یہ قول کیا جائے ۱۲ (مرتب)

[2] معالم التنزیل زیر آیت (۱۲ : ۷۰)

[3] اوفی (مخطوطہ)

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی - ۲

علیہ السلام کے کارندوں نے آپ کے حکم کے بغیر کہی اور بعض کا قول یہ ہے
کہ خود حضرتِ یوسف علیہ السلام نے فرمایا اور یہ آپ کی لغزش تھی (معاذ اللہ)
امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں، اس قول کا قائل جھوٹا ہے کیونکہ اس نے
حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کی، پھر امام بغوی کے بارے
میں آپ تعجب فرماتے ہیں کہ انہوں نے بلا تردید یہ قول نقل کیا حالانکہ اس قسم
کا قول محض رد کے لیے نقل کرنا چاہیئے، انبیاء کرام علیہم السلام پر ایسی جرأت
تعجب خیز ہے۔

۱۷۔ **قولہ** فقال ان اللہ لا یتصدق انما یتصدق من یبتغی الثواب[1]
بل صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقۃ
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قصر المسافر۔

تشریح

حضرتِ یوسف علیہ السلام کے بھائی جب غلہ کے حصول کے لیے
آپ کے ہاں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا، ہمیں پورا غلہ عطا فرمائیں اور
مزید کچھ بطور صدقہ (عطیہ) دیں۔ قرآن پاک میں یوں ہے وتصدق علینا ان اللہ
امام بغوی نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں ایک واقعہ نقل فرمایا
جس کے مطابق حضرتِ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو یہ کہتے سنا کہ اللّٰھم
تصدق علی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ صدقہ نہیں دیتا کیونکہ صدقہ
دینے والے کی نیت طلبِ ثواب ہوتی ہے جبکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی

---

[1] معالم التنزیل زیرِ آیت (۱۲ : ۸۸)

شان کے لائق نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی حضرت حسن کی بات سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے موقف پر حدیث پاک سے دلیل پیش فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا "نماز میں قصر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے، اسے قبول کرو۔" [1]

۱۸۔ **قولہ** فیؤمنون حتی[2] قال یؤمنون[3] بصیغۃ الغائب لان قراءتہما افلا یعقلون اما قراءتنا فبالتاء الفوقیۃ۔

تشریح

آیۂ کریمہ ولدار الاٰخرۃ خیر للذین اتقوا افلا تعقلون کی تفسیر میں امام بغوی فرماتے ہیں کہ کیا وہ عقل نہیں رکھتے پس ایمان لاتے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ امام بغوی کے نزدیک چونکہ یعقلون یاء کے ساتھ ہے اس لئے فیؤمنون فرمایا گیا، لیکن ہمارے نزدیک افلا تعقلون تاء کے ساتھ قراءت ہے لہٰذا فتؤمنون ہوگا [4]

---

[1] مسلم شریف ج ۱، ص ۲۳۱

[2] معالم التنزیل زیر آیت (۱۲ : ۱۰۹)

[3] ھو امنون (مخطوطہ)

[4] پیشِ نظر نسخہ میں افلا تعقلون اور فتؤمنون ہے، غالباً آپ کے ہاں نسخہ معالم میں یعقلون اور فیؤمنون ہوگا اس لئے آپ نے یہ قول ارشاد فرمایا ۱۲ (مرتب)

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی

۱۔ قولہ روی عن ابن عباس ان معناہ ضعف قلوبهم[1] [2]
هٰذا اکذب علی ابن عباس وکیف یضعف الرسل فی
ایمانهم بصدق ما وعدهم ربهم هٰذا محال وضلال
مبین۔

تشریح

آیتِ کریمہ حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انهم
قد کذبوا الآیۃ کی تفسیر میں رسلِ کرام کی مایوسی کے بارے میں علامہ
بغوی نے چند قول نقل فرمائے، بعض نے کہا کہ انبیاءِ کرام، ایمان لانے
کے بارے میں اپنی قوم سے مایوس ہو گئے، بعض کے نزدیک انبیاءِ کرام
اس بات سے مایوس ہوئے کہ ان کی قوم سے جھٹلانے والے کبھی تصدیق
نہیں کریں گے اور جو ایمان لائے وہ بھی جھوٹے ہیں اور شدتِ محنت اور
تاخیرِ مدد کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے، کسی نے کہا کہ انبیاءِ کرام قوم کے
ایمان سے مایوس ہوئے اور قوم نے یہ خیال کیا کہ رسولوں نے ان سے
(معاذ اللہ) جھوٹ کہا ہے۔

ایک قول حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف منسوب ہے
جس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاءِ کرام سے اللہ تعالیٰ نے مدد کا جو وعدہ کیا
وہ پورا نہیں کیا گیا اس لئے ان کے دل کمزور ہو گئے اور وہ مایوس ہو گئے
اور یہ تقاضۂ بشریت ہے۔

۱ؔ قلوب الرسل (مخطوطہ)
۲ؔ معالم التنزیل زیرِ آیت (۳ : ۱۰۰)

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی ۲

امام احمد رضا بریلوی اس روایت کو غلط قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر یہ جھوٹ باندھا گیا کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وعدہ خداوندی سے مایوسی اور ایمان کی کمزوری محال ہے اور ان سے ان کے رب نے جو وعدہ کیا وہ سچا ہے لہٰذا یہ بات محال اور کھلی گمراہی ہے۔

۲۰۔ **قولہ** وانزلنا الیک الذکر[1] اقول ھٰذا فی محاسن نظم القرآن العظیم امر الناس ان یسألوا اھل الذکر العلماء بالقرآن العظیم وارشد العلماء ان لا یعتمدوا علی اذھانھم فی فھم القرآن بل یرجعوا الی ما یبین[2] لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرد الناس الی العلماء و العلماء الی الحدیث و الحدیث الی القرآن و ان الی ربک المنتھی فکما ان المجتھدین لو ترکوا الحدیث و رجعوا الی القرآن لضلوا ولھٰذا قال سفیان بن عیینۃ الحدیث مضلۃ الا للفقھاء کما نقلہ[3] الامام ابن الحاج المکی فی المدخل[4]

تشریح

قرآنِ پاک میں اللہ تعالےٰ نے عام لوگوں کو اہلِ علم (فقہاء) سے

---

[1] معالم التنزیل زیر آیت

[2] یعیبین (مخطوطہ)

[3] نقلہ عنہ (؍؍) [4] ابنِ حاج مکی المدخل ج ۲ ص ۱۲۲

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی - ۲

استفادہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون الآیۃ" اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر (علماء) سے پوچھو" اور اس کے بعد فرمایا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس الآیۃ" اے محبوب! ہم نے آپ کی طرف نصیحت (قرآن پاک) اتاری تاکہ اسے لوگوں کے لئے بیان فرمائیں"

دونوں آیات کو باہم ملانے سے یہ مفہوم پیدا ہوا کہ قرآن پاک کے بیان کے لئے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت کے سمجھنے کے لئے فقہ اور پھر عام لوگوں کے لئے فقہاء کی طرف رجوع لازمی ہے۔

اسی بات کو امام احمد رضا بریلوی محاسنِ قرآن میں سے قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کو قرآن مجید کے جاننے والے علماء (اہلِ ذکر) کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا اور علماء کی راہنمائی اس انداز میں کی گئی کہ وہ قرآن فہمی کے لئے محض اپنے ذہنوں پر اعتماد نہ کریں بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کی طرف رجوع کریں گویا کہ عام لوگوں کو علماء کی طرف علماء کو حدیث کی طرف اور حدیث کو قرآن پاک کی طرف لوٹا یا گیا اور بالآخر بات باری تعالیٰ تک جاتی ہے (کہ قرآن پاک اس کا نازل کردہ ہے) تو اب جس طرح اگر مجتہدین حدیثِ پاک سے اغماض برتیں اور براہِ راست قرآن پاک کی طرف رجوع کریں تو گمراہی ان کا مقدر ہوتی ہے اسی طرح اگر عام لوگ مجتہدین سے روگردانی کر کے براہِ راست حدیثِ پاک سے استفادہ کی کوشش کریں تو گمراہی کی وادی میں بھٹکتے پھریں گے اسی لئے سفیان بن عیینہ نے کہا ہے "غیر فقہاء کے لئے حدیث سے گمراہی کا خطرہ ہے" یہ قول امام ابن حاج مکی (م ۷۳۷ھ) نے المدخل میں نقل کیا ہے۔

منجانب
جمیعت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی ۔ ۲

۲۱- قولہ معناہ جعلناہ[1] صوابہ جعلناھم امراء -

۲۲- قولہ لان الکل[2] ای التی بعد الفاء او الواو او ثم -

۲۳- قولہ لام الامر نادر[3] فلما تجزم بعد الفاء و الواو
کذلک بعد ثم -

۲۴- قولہ ابن عامر[4] علی اصحابہ الثلاثۃ المذکورین -

تشریح

(۲۱) واذا اردنا ان نهلک قریۃ امرنا مترفیها الآیۃ کے تحت علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ حضرتِ مجاہد کے نزدیک امّرنا تشدید کے ساتھ ہے، حضرتِ حسن، قتادہ اور یعقوب نے مدّ کے ساتھ پڑھا اور دوسروں نے قصر کے ساتھ امرنا پڑھا ہے اور ایک احتمال یہ ہے کہ اس کے معانی جعلناھم امراء ہوں یعنی جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے شریر لوگوں کو امراء بنا دیتے ہیں -

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ جعلناہ کی بجائے جعلناھم ہونا چاہیئے تھا -

(ف) پیشِ نظر نسخہ میں جعلناھم ہی ہے، غالباً اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے پیشِ نظر نسخہ میں جعلناہ ہوگا، اسی لئے ہم نے تصحیح کی ہے (مرتب)

---

[1] معالم التنزیل زیرِ آیت (۱۶ : ۱۷)
[2] ایضاً (۱۵ : ۲۲)
[3] ایضاً (")
[4] ایضاً (")

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی - ۲

(۲۲-۲۳) آیتِ کریمہ من کان یظن ان لن ینصرہ اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرۃ فلیمدد بسبب الی السماء ثم لیقطع فلینظر ھل یذھبن کیدہ ما یغیظ الاٰیۃ کے تحت علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ ابوعمرو، نافع، ابنِ عامر اور یعقوب نے ثم لیقطع اور ثم لیقضوا کو لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ یہ لامِ امر ہے اور لامِ امر مکسور ہوتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ "کل" سے مراد وہ صیغے ہیں جو "فاء" کے بعد ہوں، "واؤ" کے بعد ہوں یا "ثم" کے بعد ہوں لہٰذا جس طرح فاء اور واؤ کے بعد امر مجزوم ہوتا ہے اسی طرح "ثم" کے بعد بھی مجزوم ہوتا ہے۔

(۲۴) امام بغوی فرماتے ہیں کہ ابنِ عامر نے ولیوفوا اور ولیطوفوا کو بھی گذشتہ حکم میں داخل کر کے لامِ مکسور کے ساتھ پڑھا ہے اور ان دو الفاظ کو مزید اس حکم میں داخل کیا۔

امام احمد رضا بریلوی اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ ابنِ عامر نے اپنے تین اصحاب (ابوعمرو، نافع اور یعقوب) سے اس حکم میں دو الفاظ کا اضافہ کیا۔

۲۵- **قولہ** ان الطلاق قبل النکاح غیر واقع[1] اقول نعم لا وقوع للطلاق قبل النکاح ولا یقول بہ احد وھٰذا ھو مفاد

---

[1] معالم التنزیل زیر آیت (۳۳ : ۴۹)

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی ۲-

الاٰیۃ و الحدیث الاٰتی اما ان الاضافۃ لاتجوز قبلہ فلا دلالۃ علیہ فیہما وھذا ظاہر جدا۔

تشریح

آیتِ کریمہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ الاٰیۃ کی تفسیر میں علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ آیتِ مذکورہ بالا میں اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح سے قبل طلاق واقع نہیں ہوتی، علامہ بغوی نے اس کی وضاحت کے لئے دو مثالیں بیان فرمائیں، ایک یہ کہ اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے کہے "جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے"، دوسرے یہ کہ کہے "میں جس عورت سے بھی نکاح کروں اسے طلاق ہے" ان دونوں صورتوں میں نکاح کے بعد طلاق واقع نہیں ہوگی۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ بلاشبہ نکاح سے قبل طلاق واقع نہیں ہوتی، جیسے یہ آیتِ کریمہ اور آنے والی حدیثِ پاک لاطلاق قبل النکاح سے ظاہر ہے۔

لیکن یہ بات کہ کیا نکاح سے پہلے اضافتِ طلاق جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں نہ تو آیت (مذکورہ بالا) میں کوئی دلیل ہے اور نہ ہی حدیثِ پاک میں [1]

---

[1] امام احمد رضا بریلوی کی کلام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام بغوی کی بیان کردہ دلیل اور مثال میں مطابقت نہیں کیونکہ حکم تو یہ ہے کہ نکاح سے قبل طلاق صحیح نہیں اور مثال کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح کے بعد بھی اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔ احناف کے نزدیک امام بغوی کی بیان کردہ مثالوں میں

۲۶۔ قولہ فقال لاتقولن لرجل[1] کذا نقل عنہ فی المرقاۃ ص۲۴ ج۵۔

تشریح

آیتِ کریمہ قل یٰعبدی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کی تفسیر میں علامہ بغوی نے ایک طویل بحث فرماتے ہوئے ضمضم بن حوشب کی ایک روایت نقل کی ہے راوی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو مجھے ایک اجنبی بزرگ نے آواز دی اے یمانی! ادھر آؤ (حاضر ہونے پر) اس بزرگ نے فرمایا کسی شخص کو یہ بات ہرگز نہ کہو، قسم بخدا! اللہ تعالٰی تجھے ہرگز نہیں بخشے گا اور تجھے کبھی بھی جنت میں داخل نہیں کریگا۔

(راوی کہتا ہے) میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو اس بزرگ نے فرمایا میں ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام بغوی کے حوالے سے ملا علی قاری نے مرقات ج۵، ص۲۴ پر نقل کیا ہے۔

۲۷۔ قولہ ثم یاخذھن بشمالہ[2] بل کلتا یدی ربی یمین والثعلبی لایحتج بما روی لاسیما فی صفات اللہ

طلاق ہو جائے گی۔ (عالمگیری ج۱، ص۴۲۰)

اور آیتِ کریمہ و حدیثِ پاک میں اس کے خلاف کوئی بات نہیں بلکہ وہاں طلاق قبل النکاح کی نفی ہے جبکہ یہاں نکاح کے بعد طلاق واقع ہو رہی ہے ۱۲ (مرتب)

[1] معالم التنزیل زیرِ آیت (۳۹ : ۵۳)

[2] ایضاً (۳۹ : ۶۸)

منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی – ۲

حیث لا یجوز الاطلاق ما لم یتواتر۔

تشریح

آیت کریمہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیمۃ والسموٰت مطویات بیمینہ سبحنہ وتعالیٰ عما یشرکون ہ کی تفسیر میں علامہ بغوی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت نقل فرمائی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو لپیٹ دے گا، پھر انہیں اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمائے گا کہ جبارین ومتکبرین کہاں ہیں؟ پھر زمینوں کو لپیٹ کر اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑے گا اور فرمائے گا کہ جبارین ومتکبرین کہاں ہیں؟ یہ حدیث صحیح ہے اور مسلم نے روایت کی ہے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بائیں ہاتھ کی نسبت صحیح نہیں بلکہ اس کے دونوں ہاتھ (جیسے اس کے شایان شان ہیں) دائیں کہلائیں گے[1] اور ثعلبی کی روایت کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا استعمال اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔

۲۸۔ **قولہ** ھذا حدیث صحیح[2] بل باطل کما علمت، لکن روی نحوہ ابن جریر عن ابن عمر مرفوعا

---

[1] ہاتھ اور دیگر اعضاء سے اللہ تعالیٰ پاک ہے لہذا یہاں قدرت مراد ہوگی ۱۲ (مرتب)

[2] معالم التنزیل زیر آیت (۳۹ : ۶۸)

ج۲۴ص ۱۷ - و رواہ ابوداؤد عن ابن عمر لکن لم یذکر لفظ الشمال بل قال بیدہ الاخریٰ و رواہ البیہقی فی الاسماء ص ۲۳۷ و انکر ذکر الشمال فراجعہ۔

تشریح

مذکورہ بالا روایت کے بارے میں امام بغوی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں (صحیح نہیں) بلکہ باطل ہے البتہ ابن جریر نے حضرتِ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی قسم کی روایت نقل کی ہے[۱] اور ابو داؤد نے بھی حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی لیکن لفظِ شمال (بایاں) کا ذکر نہیں کیا بلکہ فرمایا" دوسرے ہاتھ سے" امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات، ص ۲۳۷ میں روایت کیا اور بائیں ہاتھ کے ذکر کا انکار کیا۔

(ف) ابنِ جریر نے حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایت بیان کی ہے اس میں دائیں اور بائیں ہاتھ کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ الفاظ ہیں الجبار سمٰوٰتہ وارضہ بیدیہ۔ (مرتب)

۲۹۔ قولہ ویقبض اللہ الارض یوم القیٰمۃ[۲] ھٰذا صحیح موافق للقراٰن العظیم و این یغیب ذکر الشمال بل ولا ذکر

---

[۱] ابن جریر، ج۲۴، ص ۱۷

[۲] معالم التنزیل زیرآیت (۳۹ : ۶۸)

طی الارض۔

تشریح

آیتِ مذکورہ بالا کے تحت علامہ بغوی نے ایک دوسری روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو سکیڑ دے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ (جیسا کہ اس کی شان کے شایاں ہے) سے لپیٹ دے گا، پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور قرآنِ مجید کے موافق ہے (کیونکہ قرآنِ پاک میں نہ تو بائیں ہاتھ کا ذکر ہے اور نہ ہی زمین کے لپیٹنے کا)۔ پھر اعلیٰ حضرت تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس دوسری روایت میں راوی سے کس طرح بائیں ہاتھ اور زمین کے لپیٹنے کا ذکر مخفی رہ گیا یعنی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مذکورہ بالا ارشاد) فرمایا ہوتا اور یہ حدیث صحیح ہوتی تو حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی انہی الفاظ کے ساتھ روایت فرماتے۔

۳۰۔ قولہ ان سبعین رجلا من اھل مکۃ[1] الذی فی فی صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۰ ثمانین۔

تشریح

وھو الذی کف ایدیھم عنکم و ایدیکم عنھم

---

[1] معالم التنزیل زیرِ آیت (۴۸ : ۲۴)

بیطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیہم وکان اللہ بما تعملون بصیرا۔ (وہی ذات ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روکا، اس کے بعد کہ تمہیں ان پر کامیابی عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے)

آیتِ مذکورہ بالا کے شانِ نزول کے ضمن میں امام بغوی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت نقل فرمائی کہ اہلِ مکہ میں سے ستر مسلح افراد جبلِ تنعیم سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر حملہ کی نیت سے اترے تو صحابہ کرام نے انہیں قیدی بنالیا اور پھر انہیں چھوڑ دیا، چنانچہ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم[1] میں اسّی افراد کا ذکر ہے[2]

۳۱۔ **قولہ** عن عبد اللہ بن عمر[3] صواب۔ ابن عمرو بالواو رواہ ابو داؤد فی رکوب البحر فی الغزو بسند فیہ مجہولان۔

۳۲۔ **قولہ** وقال قتادۃ بالصیحۃ الطاغیۃ[4] وھو قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

---

[1] ص ۱۱۶/۲ (مخطوطہ) صحیح مسلم، ج۲، ص ۱۲۴

[2] پیشِ نظر نسخہ میں اسّی افراد کا ذکر ہے غالباً اعلیٰ حضرت والے نسخہ میں ۷۰ افراد کا ذکر ہوگا۔ (مرتب)

[3] معالم التنزیل زیرِ آیت (۶ : ۵۲)

[4] ایضاً (۵ : ۶۹)

تشریح

(۳۱) آیتِ کریمہ والبحر المسجور (سلگائے ہوئے سمندر کی قسم) کے تحت علامہ بغوی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (عبداللہ بن عمرو) سے ایک روایت نقل کی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غازی، عمرہ کرنے والے اور حاجی کے علاوہ کوئی شخص سمندر کا سفر نہ کرے کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے یا آگ کے نیچے سمندر ہے (راوی کو شبہ ہے)[1]

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ صحیح الفاظ عبداللہ بن عمرو (واؤ کے ساتھ) ہیں جس طرح ابوداؤد نے باب رکوب البحر فی الغزو میں روایت کیا اور اس روایت کی سند میں دو راوی مجہول ہیں[2]

محولہ بالا ابوداؤد کی روایت اور معالم التنزیل کی منقولہ روایت الفاظ کے معمولی ردوبدل کے ساتھ ایک ہی مفہوم پر دلالت کرتی ہیں، ابوداؤد کی روایت کی سند یوں ہے:

حدثنا سعید بن منصور نا اسمٰعیل بن زکریا عن مطرف عن بشر ابی عبد اللہ عن بشیر بن مسلم عن عبد اللہ بن عمرو۔

---

[1] یہ اس دور کی بات ہے جب دریا کا سفر سب سے زیادہ خطرناک اور موت کے منہ میں چھلانگ لگانے کے مترادف تھا، محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کی رعایت سے تنبیہ فرمائی کہ دینی فرائض کی بجاآوری اور اشد ضرورت کے بغیر دریائی سفر اختیار نہ کیا جائے تاکہ ممکنہ خطرات سے محفوظ رہا جاسکے، واضح رہے کہ دریائی سفر کو محفوظ بنانے اور پہلا بحری بیڑا بنانے کا فخر بھی مسلمانوں ہی کو حاصل ہے، حضرت امیر معاویہ نے سب سے پہلے بحری بیڑے کی تنظیم کی ۱۲ (ارشاد عارف)

[2] پیش نظر نسخہ میں عبداللہ بن عمر تحریر ہے ۱۲ (مرتب)

بشیر بن مسلم کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں قال البخاری لم یصح حدیثہ قال مسلم بن قاسم مجہول [1]، بشر بن ابو عبداللہ کے بارے میں دارقطنی نے کہا لیس بالقوی [2]، اسمٰعیل بن زکریا کے بارے میں ہے حدیثہ فی کتمان العلم منکرۃ و ھو منکرۃ [3]

---

(۳۲) آیت کریمہ فاما ثمود فاھلکوا بالطاغیۃ کی تفسیر میں الطاغیہ کے بارے میں علامہ بغوی نے دو قول نقل کئے، ایک یہ کہ الطاغیہ سے مراد سرکشی اور کفر ہے یعنی قوم ثمود کو ان کے کفر اور سرکشی کے باعث ہلاک کیا گیا اور حضرت قتادہ کا قول یہ ہے کہ الطاغیہ صفت ہے اور الصیحہ موصوف مقدر ہے یعنی ایک حد سے متجاوز چیخ سے انہیں ہلاک کیا گیا۔
امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ہے۔

---

[1] ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۴۶۷

[2] ایضاً : ۴۴۲ - ۴۳

[3] ابن حجر : لسان المیزان، ج ۱، ص ۴۰۵

کتبہ : یکے از گدایانِ پیر سیال: شاہ محمد چشتی عفی عنہ، قصور
۳ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
بوقتِ سحری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ چند

ہم اہلِ سنت کیلئے یہ بات بڑی شرم کی ہے کہ سیدنا سرکار اعلیٰحضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ۶۸ سالہ عمر شریف میں جو سرمایۂ علم و فن چھوڑا تھا، آج ان کے وصال کو ۷۸ سال کا عرصہ گذر چکا ہے اور ہم ان کی خدمات کو دنیا کے سامنے پیش بھی نہ کر سکے۔ ہاں ہمارے اکابر حضور مفتی اعظم، حضرت صدر الشریعہ اور مولانا حسنین رضا خاں ابن استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں، منشی لعل محمد مدراسی، قاضی عبد الوحید فردوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہم نے اعلیٰحضرت کی جتنی تصانیف شائع کی ہیں وہ ہمیشہ یاد رہیں گی کیوں کہ ان سے پہلے کسی نے اعلیٰحضرت پر کوئی کام ہی نہیں کیا ہے۔ پھر کافی زمانہ تک خاموشی چھائی رہی اور تصانیفِ اعلیٰحضرت کو شائع کرنے میں ہم اہلِ سنت سست رہے اور ہماری توجہ جلسوں، کانفرنسوں کی طرف زیادہ ہوگئی۔ ابھی چند سالوں سے الحمد للہ پھر بیداری پیدا ہوئی ہے اور تصانیفِ اعلیٰحضرت کو شائع کرنے کا سلسلہ پھر زور و شور سے شروع ہوگیا ہے ہندوستان اور پاکستان کے بعض ادارے جیسے "المجمع الاسلامی مبارکپور" "جامعہ نظامیہ لاہور" "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی" اور "رضا اکیڈمی مانچسٹر" قابلِ ذکر ہیں۔

رضا اکیڈمی پر سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم کا کرم خاص ہے کہ اس نے اب تک ۱۱۶ کتابیں شائع کر چکی ہے اور اب ۱۰۰ کتابیں وہ بھی صرف اعلیٰحضرت کی شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ انہیں کتابوں میں سے ایک کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ۱۰۰ کتابوں کا جمع کرنا بھی بڑا مسئلہ تھا لیکن نبیرۂ اعلیٰحضرت حضرت مولانا محمد توصیف رضا خاں صاحب، مولانا محمد شرف قادری صاحب لاہور، مولانا محمد شہاب الدین رضوی صاحب، مولانا عبد الستار ہمدانی صاحب، جناب محمد علی رضوی صاحب وغیرہ نے ہمارا تعاون کیا۔ ان کتابوں کا اجرا ۱۰ شوال ۱۴۱۸ھ کو ممبئی میں ہوگا۔ اس میں رضا اکیڈمی کی جانب سے نائب حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب مبارکپوری، حضرت علامہ مفتی غلام محمد صاحب ناگپوری، حضرت علامہ ارشد القادری صاحب، اور حضرت علامہ مفتی محمد جلال الدین صاحب امجدی کو ان کی دینی و مذہبی اور مسلکِ اعلیٰحضرت کی ترویج و اشاعت میں نمایاں خدمات پر "امام احمد رضا ایوارڈ" پیش کیا جائے گا۔

دعا فرمائیں کہ رب تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم اراکینِ رضا اکیڈمی کو مسلکِ اعلیٰحضرت کا سچا و پکا خادم بنائے۔

اسیرِ مفتیِ اعظم
محمد سعید نوری
بانی و سکریٹری جنرل رضا اکیڈمی۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۸ ہجری